ناولَ ---- آدم کی پسلی
رفعت مرتضیٰ

نصرت کی یادداشتیں

- - - - - - ---------
نصرت کی یاد میں یہ پہلا سامنا باقی تھا ۔ اس کے بعد بھی وہ برابر اس طرف آتی رہی اور ہر بار وہ نظر بھی آتا رہا مگر کبھی جان بوجھہ کر انجان ہو جا تا کہ جیسے د یکھا ہی نہ ہو ، کبھی کہیں پاس ہی آ کر کھڑا ہو جاتا اور چپ اسے دیکھتا رھتا مگر کبھی بھیک مانگنے نہیں آ یا ۔ شادی کے چند روز بعد ا نہیں آخرِ کار باہر نکلنے کی اجازت ملی تو احمد اسے پکچر د کھا نے لے گیا ۔ واپسی میں اس نے احمد سے میسی گیٹ چلنے کے لئے کہا " میری فیورٹ جگہ ہے وہ ۔ لو گوں کی جو رنگا رنگی وہاں نظر آ تی ھے کہیں اور نظر با لکل نظر نہیں آتی ۔ وہا ں جا کر کہیں چپ چاپ کھڑے ہو جانا ایسا ھی ھے جیسے چارلس ڈ کنز کا کوئ ناول پڑھنا .احمد نے ہنس کر اس کی طرف د یکھا " تمھاری یہی باتیں تو مجھے اچھی لگتی ہیں ۔ تو چلو تم ناول پڑھنا اور میں جا کر کچھ پھل لے لوں گا ۔

احمد اسے گاڑی میں بیٹھا چھوڑ کر خود د کان کے اندر چلا گیا ۔- - - -
- - - - - اسی وقت اس پر ایک سایہٗ سا پڑا ۔ چو نک کر اس نے سر ا ٹھایا تو کار کی کھڑکی کے پاس وہ کھڑا تھا۔ وہی سفید دھوتی اور دبلا پتلا جسم ۔ گردن میں کالے رنگ کا تاگہ جس میں چاندی کا ایک تعویذ لٹک رہا تھا ۔ نصرت نے گبھراہٹ میں ، پہلو میں رکھا اپنا پرس اٹھا کر کھولنے کی کوشش کی کچھہ پیسے نکال کر اسے دے گی مگر اس کا ہاتھہ پھیلا ہوا نہیں تھا ۔ نصرت نے پیسے مٹھی میں دبا کر ہاتھہ آ گے بڑھایا تو بھی اس نے اپنا ہاتھہ بڑھایا نہیں ۔ پیسے لینے کی کوشش ہی نہیں کی ، بس چند لمحے اور اس کو د یکھتا رہا پھر کہا تو بس اتنا " پرا ئ ہو گئ " اور اپنی بیساکھی پر کود تا ، کھٹ کھٹ کر تا چلا گیا ۔ احمد واپس آ یا تو وہ بے حد نروس ہو چکی تھی "کیا ہوا " احمد نے بیٹھتے بیٹھتے پوچھا ۔ " یہ ا یک فقیر ہے یہاں " اس نے بند ہوتے گلے سے کہا ۔ "فقیر تو ہیں یہاں -- ڈر گئیں کیا ؟ " " نہیں" اس نے سنبھلنے کی کو شش کی ۔ " ایک فقیر ہے یہاں ، اکثر نظر آ تا ہے ۔ ابھی میں نے پیسے دیئے تو لئے ہی نہیں۔ بس ' پرائ ہو گئ' کہہ کر چلا گیا " ۔" "تو کیا ہوا، ایسی بیر بہو ٹی تم پہلے ہوا بھی تو نہیں کرتیں تھیں "

آج وہ احمد کے ساتھہ پھر اس طرف آئ تھی ۔ بال کٹا نے کے لئے ۔ وہ اس طرف آ نا نہیں چاہتی تھی مگر جب احمد نے اسطرف آنے کی بات کی تو وہ کچھہ بولی بھی نہیں ، بس چپ گاڑی ھی میں بیٹھی رھی ۔ اور اب وہ اس کے سامنے ہی کھڑا مونگ پھلی والے کی انگیٹھی میں جلتی آگ تاپ رہا تھا ۔
" سردی بہت ہے آج " اس نے گرم ہاتھہ اپنے بدن پر پھیرتے ہوئے کہا ۔
" تو یارتم پہنتے کیو ں نہیں کچھہ" مونگ پھلی والے نے اپنے سویٹر کا گلا کچھہ اوپر کو کھینچتے ہوئے کہا
" نا -- کیوں پہنوں ؟ وہ جو اوپر بیٹھا ہے اس کو یہ بتاؤں کہ میں ہار گیا ؟ کر لے وہ جتنا ظلم کرتا ہے میرے پہ ۔ کر لے ، کر لے ۔ میں اس سے کچھہ مانگنے والا نہیں ۔ بندوں سے خیرات مانگوں گا پر اس سے کبھی نہیں -- اور وہ مجھے دے بھی کیا سکتا ہے ؟ میری ٹانگ دے گا ؟ مجھے بھی گبھرو جوان بنائے گا ؟
" اوئے یار کیوں متھا لگا کے بیٹھا ھے تو اللہ سے -- کوئ جوڑ وی ھووے؟"
"یہی تو ساری بات ھے مولا بخش " اس نے زور سے کہا " کوئ جوڑ ہی نہیں توپھر کس واسطے میرا متھا ایسا لکھیا ؟ کی کیتا میں اس دے نال؟ یے کوئ جواب اس دے کول تے آئے دسے مینوں !!"
" او جا بابا، کون سمجھائے تینوں -- تیری تے مت ہی پیڑھی" مونگ پھلی والا بیزاری سے جمائ لیتا ہوا بولا .پھر توبہ توبہ کرتا دونوں ہا تھہ کانوں کو لگا کر آسمان کی طرف دیکھا اور منہ ہی منہ میں کچھہ کہا ۔
وہ کچھہ دیر چپ کھڑا رہا پھر مڑ کر گاڑی میں بیٹھی نصرت کی طرف دیکھا ۔ ایک منٹ ، دو منٹ دیکھتا ہی رہا۔ نصرت نے ڈر کر سر جھکا لیا اور نیچے کو ہو کر جیسے سیٹ میں دھنسنے کی کوشش کی ۔ " جب میرے حصے کی کوئ خوشی ھے ھی نہیں اس کے بڑے خزانے میں تو مجھے پیدا کیوں کیا تھا ؟ مین ما نگنے گیا تھا اس کے پاس کہ مجھے بھی پیدا کرو ، میں بھی زمین پر جاؤں گا !! اس نے تلخی سے کہا پھر

زمین پر تھوک کر بغل میں دبی بیساکھی کے ڈ نڈے پر ہاتھہ رکھا اور کھٹ کھٹ کرتا یجوم میں غا ئب ہو گیا ۔
احمد واپس آیا تو وہ چپکے چپکے رو رہی تھی
" کیا ہوا ؟" اس نے شرمندگی سے آس پاس دیکھتے ہوئے کہا " کچھہ نہیں " اس نے بھی آ نکھیں صاف کرتے ہوئے آہستہ سے کہا
" تو پھر یہ رونا کس لئے ؟ " احمد نے ناگواری سے کہا ۔ نصرت نے چونک کر اس کی طرف دیکھا تو وہ اسے بہت دور نظر آیا ۔ جیسے پاس ہو کر بھی پاس نہ ہو۔ " اور بائ دی وے یہ بال تم پر بالکل اچھے نہیں لگ رہے ۔ اسی لئے رونا آرہا ہوگا " احمد نے اس کا ہاتھہ دبا کر چھوڑ دیا اور گاڑی چلا دی ۔
وہ نہ ہنسی نہ مسکرائ بس سینے میں ایک بوجھہ لئے بیٹھی رہی ۔